موت کا منظر

یہ سرائے دہر مسافرو! ہے، کسی کا مکاں نہیں
جو مقیم اس میں تھے کل یہاں، کہیں آج ان کا نشاں نہیں

یہ رواں عدم کو ہے کارواں، بشر آگے پیچھے ہیں سب رواں
چلے جاتے سب ہیں کشاں کشاں، کوئی قید پیر و جواں نہیں

نہ رہا سکندرِ ذی حشم، نہ رہے وہ دارا اور نہ جم
جو بنا گیا تھا یہاں ارم[1]، نہ خاک اس کا نشاں نہیں

نہ سخی رہے نہ غنی رہے، نہ ولی رہے نہ نبیؐ رہے
یہ اجل کا خواب وہ خواب ہے کوئی ایسا خوابِ گراں نہیں

یہ ہے موت ایک عجیب شے، کہ صفائے عقل ہے واں کدر
وہ ہے تیرے وقت کی منتظر، تجھے اس کا وہم و گماں نہیں

وہ جھپٹ کے تجھ پہ جب آئے گی، تو بنائے کچھ نہ بن آئے گی
یہ عزیز جاں یوں ہی جائے گی، کہ قضا سا پیکِ رواں نہیں

مگر اک حیاتِ حیات ہے، وہی جس میں سب کی نجات ہے
یہی بات سننے کی بات ہے، ایسی بات کا تو دھیاں نہیں

جو نبیؐ کے عشق کا خار ہے، وہ گلوں کا تاجِ وقار ہے
یہی ایک ایسی بہار ہے، کبھی جس میں دورِ خزاں نہیں

حکیم سید محمود علی صاحب، فتحپوری ضلع بارہ بنکی

[1] شداد نے اس دنیا میں جنت بنائی تھی اسی کی طرف اشارہ ہے۔